Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Research and Analytical Study of the Characteristics of the Prophets' peace be upon them) Argumentative Method in the Light of the Quran and Sunnah.

قرآن وسنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کے مجادلاتی منہج کی خصوصیات کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

Mr. Muhammad Ijaz
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore.
Ijazjami09876@gmail.com
Dr. Taiyyiba Fatima
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

ABSTRACT

A study of the Quran and Sunnah reveals that the lives of the Prophets peace be upon them) serve as a great example and source of guidance for humanity. They dedicated their entire lives to spreading the oneness of Allah, the message of Tawheed, and the elevation of morals and character. Among their methods of Dawah invitation to Islam), debate—meaning reasoned argumentation and discourse—emerges as an important intellectual and practical approach. The method of disputation was not merely a tool of invitation but a strategic style through which the Prophets responded scientifically and logically to various beliefs, superstitions, and social misconceptions.In numerous places in the Holy Quran and the Prophetic traditions Ahadith), details of the Prophets' disputational conduct and style are found, reflecting their wisdom, patience, ethics, and strategic acumen. This approach was not confined to mere argumentation or intellectual contest but was driven by a lofty purpose of Dawah and a broad vision for social reform. The Prophets always supported their statements with strong evidence and simultaneously maintained forgiveness, good conduct, love, and respect toward their opponents.This scholarly study aims to elucidate the characteristics of the Prophets' method of disputation, which formed the foundation of their success in the field of Dawah. These traits not only reflect the Prophets' intellectual strength, wisdom, and patience but also embody a method of invitation that serves as a guiding light for preachers and missionaries of every era. The primary objective of this research is to clarify the depth, philosophy, and practical patterns of the Prophets' disputational strategies in the light of Quranic and Sunnah texts, so that an intellectual and effective response can be provided to the modern challenges of Dawah and preaching.This investigative and analytical study will also highlight the measures by which the Prophets not only prioritized rational and intellectual arguments but also understood the emotions and psychological aspects of their opponents to engage in effective dialogue. It will include a comparison of their sayings and actions, an assessment of their argumentative techniques, and the ethical standards that underpinned their disputational style. Furthermore, it will examine how the Prophets' method of disputation contributed to achieving the objectives of Dawah and how they set exemplary models in both intellectual and ethical spheres.By learning from the Prophets' disputational approach, we can benefit today in sectarian, intellectual, and religious debates so that we not only attain high levels of knowledge and wisdom but also deliver our message effectively with good ethics and tolerance. Therefore, this study is not merely a historical and religious analysis but also a guide for Dawah, serving as a source of reflection and action for preachers of every era.

***Keyword**: The Prophets' style of invitation and debate, related benefits, characteristics, results and effects. Contemporary importance.*

تعارفِ موضوع

قرآن و سنت کا مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی انسانیت کے لیے عظیم نمونہ اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، توحید کی دعوت، اور اخلاق و کردار کی بلندی کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے اپنی پوری زندگی کو وقف کر دیا۔ ان کی دعوتی سرگرمیوں میں مجادلہ یعنی دلیل و برہان کے ساتھ بحث و مباحثہ ایک اہم فکری و عملی منہج کے طور پر سامنے آتا ہے۔ مجادلاتی منہج نہ صرف دعوت کا ذریعہ تھا بلکہ یہ انبیاء کا وہ حکمت عملی اسلوب تھا جس کے ذریعے وہ مختلف عقائد، توہمات اور معاشرتی غلط فہمیوں کا علمی اور منطقی جواب دیتے تھے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں متعدد مقامات پر انبیاء کے مجادلاتی رویے اور اسلوب کی تفصیلات ملتی ہیں، جو ان کی حکمت، صبر، اخلاق، اور حکمت عملی کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ منہج محض دلیل بازی یا علمی مقابلہ بازی تک محدود نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک بلند دعوتی مقصد اور معاشرتی اصلاح کا وسیع چشمہ چھپا ہوا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی بات پہنچانے کے لیے ہمیشہ حقائق کی تائید میں محکم دلائل پیش کیے اور ساتھ ہی مخالفین کے لیے درگزر، حسنِ سلوک، اور محبت و احترام کا دامن بھی نہیں چھوڑا۔ یہ علمی مطالعہ انبیاء کے مجادلاتی منہج کی ان خصوصیات کو بیان کرنے کا متقاضی ہے جو دعوتی میدان میں ان کی کامیابی کی بنیاد بنی۔ یہ خصوصیات نہ صرف انبیاء کی علمی قوت، حکمت و دانائی، اور صبر و تحمل کی عکاس ہیں بلکہ یہ اس دعوتی اسلوب کی بھی عکاسی کرتی ہیں جو ہر دور کے مبلغین اور داعیوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اس مطالعے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قرآن و سنت کے متون کی روشنی میں انبیاء کی مجادلاتی حکمت عملیوں کی گہرائی، اس کے فلسفہ، اور عملی نمونوں کو واضح کیا جائے تاکہ آج کے دور میں دعوت و تبلیغ کے جدید چیلنجز کا علمی اور مؤثر جواب دیا جا سکے۔

میرا یہ تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ انبیاء کی وہ تدابیر بھی سامنے لائے گا جن کے ذریعے انہوں نے نہ صرف عقلی و علمی دلائل کو ترجیح دی بلکہ مخالفین کے جذبات اور نفسیاتی پہلوؤں کو بھی سمجھ کر مؤثر گفتگو کی۔ اس میں ان کے قول و فعل کا موازنہ، ان کی استدلالی تکنیکوں، اور اخلاقی معیاروں کا تعین کیا جائے گا، جو ان کے مجادلاتی اسلوب کی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز اس بات کا جائزہ بھی لیا جائے گا کہ انبیاء کے مجادلاتی منہج نے کس طرح دعوت کے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیابی دی، اور کس طرح انہوں نے علمی اور اخلاقی میدان میں مثالی نمونے قائم کیے۔ انبیاء کے مجادلاتی اسلوب سے ہم آج کے دور کے فرقہ وارانہ، فکری اور مذہبی مباحث میں کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں تاکہ ہم نہ صرف علم و حکمت کی بلندی حاصل کریں بلکہ حسنِ اخلاق اور رواداری کے ساتھ اپنا پیغام مؤثر انداز میں پہنچا سکیں۔ اس لیے یہ تحقیق نہ صرف ایک تاریخی و دینی تجزیہ ہے بلکہ ایک دعوتی رہنما بھی ہے جو ہر عصر کے داعی کے لیے باعثِ فکر اور عمل ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی متعدد آیات میں مجادلہ کا ذکر آیا ہے جس میں مجادلہ میں انبیاءo کا اندازِ دعوت و تبلیغ کو قرآن نے ذکر کیا ہے اور قرآن میں لفظ مجادلہ سے موسوم ایک سورۃ مبارکہ ہے جس کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اس سورۃ کا نام "مجادلہ" ہے جس کا معنٰی ہے بحث و تکرار کرنے والی عورت۔ اس سورۃ کا ترتیب مصحف کے اعتبار سے نمبر 58 ہے جبکہ نزول کے اعتبار سے یہ سورۃ 105 ویں نمبر پر ہے۔“[1]

---

[1] تبیان القرآن،علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور763/11

اس سورۃ میں نبی کریم ﷺ کا انداز بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ سیدہ خولہ بنت ثعلبہ کے حق میں نازل ہوئی جب وہ اپنا شکوہ نبی پاک ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوئیں اور حضورِ اکرم ﷺ سے مجادلہ کیا جسے قرآن نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں مذکور ہے ان آیات کے تحت محدثین نے بھی یہی ذکر کیا ہے کہ یہ آیات خولہ بنتِ ثعلبہ ہی کے حق میں نازل ہوئیں۔

زمانہ جاہلیت رسم ورواج کا تدارک کرنا

انبیاء علیہم السلام کے دعوتی منہج واسلوب کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کے حکم سے زمانہ جاہلیت کے رسم ورواج کے جاہلی رسم ورواج کا بعض وفعہ تدارک بھی کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی آیتِ مبارکہ:"قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجادِلُكَ کی تفسیر میں ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی لکھتے ہیں: یہ آیتِ مبارکہ جس عورت کے بارے میں نازل ہوئی وہ انصار کی عورت ہیں اس کا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ اور انصار میں سے وہ خزرجی خاتون ہیں، ان کے بارے میں اختلاف ہے ان کی نسبت اور نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابنِ عباس کہتے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ خولہ بنتِ ثعلبہ ہیں، اورابو عالیہ نے کہا کہ یہ خولہ بنتِ دلیم ہیں، اور قتادہ نے کہا کہ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں مالک اور ابن عباس نے کہا کہ یہ خولہ بنت صامت ہیں اور ہشام نے کہا کہ:

عن عائشة رضي الله عنها أنّ اسمها جميلة وزوجهاأوس بن الصامت أخو عبادة بن الصامت وذلك أنّها كانت حسنة الجسم فرآها زوجها ساجدة في صلاتها فنظر إلى عجزها، فلمّا انصرفت أرادها فأبت عليه فغضب عليها، وكان امرئا فيه سرعة ولمم.فقال لها: أنت عليّ كظهر أمّي. ثم ندم على ما قال، وكان الظهار والإيلاء من طلاق أهل الجاهلية. فقال لها: ما أظنك إلّا قد حرمت عليّ. قالت: لا تقل ذلك،[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کا نام جمیلہ ہے ایک روایت میں آتا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ بہت خوبصورت تھی اس لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان ہی کی صفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔)اور جو کہ زوجہ ہیں اوس بن صامت کی جو کہ عروہ بن صامت کے بھائی ہیں۔ خولہ بنت ثعلبہ بہت خوبصورت تھی، اور بہت بڑی ساجدہ اور عابدہ تھی، ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت غصے والے تھے، انہوں نے ان کو اپنی خواہش کیلئے بلایا اور حضرتِ خولہ نے انکار کر دیا تو انہوں نے کہا تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہے۔ پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلا اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا۔ حضرت اوس نے کہا میرا گمان ہے کہ تم کو طلاق ہوگئی ہے۔ حضرت خولہ نے کہا اللہ کی قسم یہ طلاق نہیں ہے۔

ظہار کا دائرہ کار

ظِہار کا مسئلہ اسلامی خاندانی قانون کے اُن نہایت حساس مباحث میں شمار ہوتا ہے جو زمانۂ جاہلیت سے چلا آرہا تھا اور جسے اسلام نے نہ صرف لغو قرار دیا بلکہ اس کے معاشرتی اثرات، اخلاقی قباحت اور عورت پر ہونے والے ظلم و جبر کو واضح کرتے ہوئے اس کے لیے کفارہ مقرر کر کے ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ عطا کیا۔ سورۃ المجادلہ کی ابتدا ہی میں جس واقعہ کو بنیاد بنایا گیا، وہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا دردناک مگر بے مثال واقعہ ہے۔ اُن کا شوہر اوس بن صامت رضي الله عنہ جاہلی رواج کے مطابق غصے میں یہ جملہ کہہ بیٹھا: "أنتِ عَلَيَّ كَظَهرِ أُمّي"، جسے عرب معاشرت میں طلاقِ بائن سے بھی سخت اور عورت کے لیے تاحیات حرمت کا درجہ حاصل تھا۔

[2] احمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، تفسير الثعلبي، 254/9

اس جاہلی تصور نے عورت کی شخصی حیثیت، معاشرتی وقار اور ازدواجی حقوق کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہونا، اپنا درد بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کا براہِ راست آیات نازل کر کے ان کی فریاد کو شرفِ قبولیت دینا، نہ صرف ظہار کے احکام متعین کرتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اسلام میں عورت کی آواز کو کس قدر وزن اور تقدیس حاصل ہے۔ ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی لکھتے ہیں

ائت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فسله. فقال: إني أجدني استحي منه أن أسأله عن هذا. قالت: فدعني أسأله. قال: سليه.فأتت النبي صلّى الله عليه وسلّم وعائشة تغسل شقّ رأسه، فقالت: يا رسول الله، إنّ زوجي أوس بن الصامت تزوّجني، وكنت شابّة جميلة ذات مال وأهل، حتى إذا أكل مالي وأفنى شبابي وتفرق وكبرت سنّي ظاهر منّي وقد ندم،[3]

وہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں، اس وقت سیدہ عائشہ آپ کے سر کی ایک جانب دھو رہی تھی ، حضرتِ خولہ نے کہ یا رسول اللہ نے شک میرے خاوند اوس بن ثامت نے مجھ سے شادی کی اس وقت میں جوان مال دار، خوش حال اور رشتہ داروں والی تھی حتیٰ کہ جب اوس بن صامت نے میرا مال کھالیا میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے، اور میری عمر زیادہ ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے۔ اب وہ نادم ہیں۔

کیا ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں؟ وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ تم اس پر حرام ہو چکی ہو، حضرت خولہ نے کہ یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا، اور ہو میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کروں گی انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ میری بھی یہی گمان ہے۔ تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور تمہارے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ وہ بار بار رسول اللہ سے اپنا مدعا بیان کرتی رہی اور رسول اللہ یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو اس نے کہا میں اپنے فاقہ کی اور اور اپنے چھوتے چھوٹے بچوں کی اللہ سے شکایت کرتی ہوں، کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں یہ اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے، اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہ جائیں گے۔

مندرجہ بالا روایت کے تناظر میں یہ حقیقت پوری قوت کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ظہار محض ایک فنی فقہی مسئلہ نہیں بلکہ عورت کے حقوق، عزتِ نفس اور ازدواجی حیثیت کا بنیادی تعارف ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا بیان کردہ جملہ — کہ اُن کا مال کھا گیا، جوانی گزر گئی، رشتہ دار ساتھ چھوڑ گئے اور عمر ڈھلنے پر ظہار کر لیا گیا — اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے عورت کے استحصال کے ہر راستے کو بند کرنے کے لیے اس جاہلی رسم کو سختی سے رد کیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ظہار کو "منكرًا من القول وزورًا" قرار دے کر اسے اخلاقی و قانونی دونوں زاویوں سے باطل ٹھہرایا۔ اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل بھی فقہی اصول کی حیثیت رکھتا ہے: عورت کے موقف کو سننا، اس کی نفسیاتی تکلیف کا ادراک کرنا، اور مسئلہ کے حل کے لیے وحی کا منتظر رہنا — یہ سب اس بات کے واضح اشارات ہیں کہ اسلامی نظامِ خاندان میں عورت کی عزت مجروح نہیں ہونے دی جاتی۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی جراتِ اظہار

[3] احمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، تفسير الثعلبي، 254/9

اور اللہ تعالیٰ کا جواباً آیات نازل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ عورت کے حقوق اللہ کی نظر میں کتنے مقدس ہیں۔ اسی سے ظہار کے دائرۂ کار، اس کے احکام، کفارات اور اس کے اخلاقی اثرات کا پورا قانونی نظام اخذ ہوتا ہے۔

امت کو متوجہ الی اللہ کرنا

امت کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا، انبیائے کرام علیہم السلام کے بنیادی اسالیبِ دعوت میں سے وہ عظیم اسلوب ہے جو محض وعظ و نصیحت تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ بندے کے دکھ، تکلیف، اضطراب اور بے بسی کے لمحوں کو براہِ راست اللہ سے جوڑ دیتا ہے۔ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بے بسی کے عالم میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنا: "أشكو إلى الله فاقتي وشدة حالي"، نبوی اسلوبِ دعوت کا عملی ظہور ہے۔ اس واقعہ میں اللہ کے نبی ﷺ کی خاموشی، تدبر، اور عورت کے ہر لفظ کو غور سے سننا اس حقیقت کا بیان ہے کہ انبیاء کی دعوت میں سب سے پہلا زینہ یہی ہوتا ہے کہ انسان کو اُس کے خالق سے براہِ راست جوڑ دیا جائے۔ قرآن نے اسی کیفیت کو "قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها" کے ذریعے ابدی اہمیت عطا کی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ نبوی دعوت انسان کے اندر وہ توجہ پیدا کرتی ہے جو اس کے مسائل کو اللہ کے سامنے پیش کرنے اور اس کے فیصلے پر راضی رہنے کی روحانی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ یوں انبیاء کے ذریعے امت کو اللہ کی طرف رجوع کا دروازہ کھلتا ہے، اور یہی اصل دعوتی منہج ہے۔ ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی لکھتے ہیں

هتفت وقالت: أشكو إلى الله فاقتي وشدّة حالي، اللهمّ، فأنزل على لسان نبيّك.وكان هذا أول ظهار في الإسلام. فقامت عائشة تغسل شقّ رأسه الآخر فقالت: انظر في أمري، جعلني الله فداك يا نبيّ الله.[4]

پھر خولہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور اللہ سے شکایت کی، اللہ میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں، اے اللہ تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما، اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا، پھر عائشہ کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگی۔ حضرت خولہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے معاملہ پر غور فرمائیں اللہ آپ کو مجھ پر فدا فرمائے
۔

اس واقعہ کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کا دعوتی منہج انسان کو صرف احکام سکھانے کا نام نہیں، بلکہ اسے عملی طور پر اللہ کی طرف متوجہ کرنے کا مکمل نظام ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے کہا: "اللّٰھم أنزل علی لسان نبیک"— یہ جملہ اس بات کا اعلیٰ ترین شعور ہے کہ اہلِ ایمان اپنے مسائل کے عملی حل کے لیے وحی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور یہی انبیاء کی دعوت کا مرکزی نقطہ ہے: انسان کا دل اللہ کی طرف اٹھ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فوری ردّ عمل دینے کے بجائے وحی کا انتظار کرنا اس بات کی عملی تشریح ہے کہ دعوت کا حقیقی منبع اللہ کی طرف رجوع ہے، نہ کہ صرف انسانی تدبیر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی اور اُن کا خاموش مشاہدہ بھی اس دعوتی ماحول کا حصہ بنتا ہے جس میں ہر فرد کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ اصل حل "اللہ سے شکایت" اور "اللہ سے امید" ہے۔ اسی روحانی یکسوئی نے ایک عام عورت کی صدا کو آسمانوں تک پہنچایا۔ لہٰذا یہ واقعہ بتاتا ہے کہ انبیاء کی دعوت انسان کے اندر وہ کیفیت پیدا کرتی ہے جس میں وہ ہر مشکل، ہر ظلم اور ہر حاجت کے لمحے میں براہِ راست اللہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد چاہے۔ یہی نبوی منہج تبلیغ کی اصل روح ہے۔

[4] احمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، تفسير الثعلبي، 254/9

تعظیم انبیاء کی تدریس کرنا

انبیاء کرام کی تعظیم و تکریم کا درس دینا نبوی منہجِ تربیت کا بنیادی ستون ہے۔ اسلام نے جہاں عقیدۂ توحید کو اساس بنایا، وہیں انبیاء کی حرمت، جلال، ہیبت اور ان کے مقامِ رسالت کی تقدیس کو ایمان کا جزوِلازم قرار دیا۔ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ — کہ ”اپنی بات مختصر کرو، کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی کیفیت نہیں دیکھ رہی؟“—اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ انبیاء کے ساتھ گفتگو، حاضر باشی اور سوال و جواب کے آداب کس قدر باریک، حساس اور جلال سے بھرپور ہیں۔ وحی کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی، صحابہ کرام اسے انتہائی ادب اور خاموشی سے مشاہدہ کرتے تھے۔ یہ کیفیت محض ایک جسمانی نزول نہیں بلکہ عالمِ غیب سے جڑنے کی وہ عظیم گھڑی ہوتی تھی جس میں پورا ماحول تعظیمِ نبوت کے نور سے بھر جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ دراصل امت کو سکھاتا ہے کہ نبی کی مجلس میں گفتگو بھی ادب کے ساتھ ہو، سوال بھی حدود کے اندر ہو، اور نبی کی کیفیتوں کا احترام بھی لازمی ہو۔ یہی وہ تعظیمی شعور ہے جو ایمان کی گہرائی کو مضبوط کرتا ہے۔ ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی لکھتے ہیں

فقالت عائشة: اقصري حديثك ومحادثتك، أما ترين وجه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا أنزل عليه أخذه مثل السبات؟ فلمّا قضى الوحي قال: «ادعي زوجك».[5]

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اپنی بات مختصر کر اور زیادہ بحث نہ کر کیا تم دیکھ نہیں رہی کہ رسول اللہ کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ رسول اللہ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔

یہ روایت اپنے اندر تعظیمِ نبوت کی نہایت باریک مگر بے حد عمیق درس سموئے ہوئے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ محض ایک اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ ایک **درسی نمونہ** ہے کہ امت اپنے نبی کے مقام کو کیسے سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ وحی کے نزول کے وقت بدل جانا، آپ ﷺ کا سکوت اختیار کرنا، اور پورے ماحول کا گہرا ہونا—یہ سب علامات اُن عظیم لمحات کی ہیں جن میں عالمِ امر سے احکامِ الٰہی نازل ہوتے تھے۔ ایسی ساعتوں میں صحابہ کرام میں سے ہر ایک اپنے آپ کو گفتگو سے روکے رکھتا، آوازیں دھیمی کرلیتا اور مجلس کا ہر فرد ادب کی انتہائی حد تک چلا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ کا جملہ ”اقصري حديثك“ اس دعوتی تربیت کی علامت ہے کہ نبی کی موجودگی میں انسان نہ صرف اپنی زبان کو قابو میں رکھے، بلکہ نبی کے حالات و جذبات کو بھی سمجھ کر اپنے رویے کو ترتیب دے۔ یہ وہ علمی و روحانی شعور ہے جو صحابہ کی پوری نسل میں منتقل ہوا اور امت کے لیے معیار بنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعظیمِ انبیاء صرف عقیدے کا باب نہیں، بلکہ عملی تربیت کا حصہ ہے، جس کے بغیر ایمان کا جمال بھی مکمل نہیں ہوتا اور علمی آداب بھی قائم نہیں رہتے۔

مسائل کا حل بذریعہ وحی پیش کرنا

اسلامی شریعت کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ماخذ انسانی تجربات یا معاشرتی روایات نہیں بلکہ وحیِ الٰہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد یہی تھا کہ انسانوں کے لیے پیش آنے والے پیچیدہ مسائل کا قطعی، محفوظ اور ربانی حل پیش کریں۔ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر اوس بن صامت کے ظہار کا مسئلہ اس حقیقت کی عملی مثال ہے کہ جب امت کو کسی اہم

[5] احمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، تفسير الثعلبي، 254/9

خاندانی بحران کا سامنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست وحی نازل فرما کر اس کا شرعی حل عطا کیا۔ آیتِ کریمہ "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ" اس امر کا اعلان ہے کہ اللہ نہ صرف فرد کی پکار سنتا ہے بلکہ اس کے مسئلے کے حل کے لیے واضح احکامات بھی نازل فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وحی کا انتظار کرنا، اس کی نزول پر فیصلہ صادر کرنا، اور صحابہ کے سامنے آیات کی تلاوت کرنا اس حقیقت کا درس ہے کہ نبوی فیصلے محض ذاتی بصیرت پر نہیں بلکہ براہِ راست اللہ کے حکم پر مبنی ہوتے ہیں۔ یوں وحی انسانی مسائل کے حل کے لیے ایک محفوظ، ناقابلِ تغیر اور بابرکت ذریعہ بنتی ہے۔ ابو اسحاق احمد بن محمد ثعلبی لکھتے ہیں

فجاء، فقرأ ما نزل عليه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجادِلُكَ فِي زَوْجِها وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحاوُرَكُما إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ[6]

جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے خاوند کو بلا لاؤ جب وہ بلا لائی تو اس کے سامنے اللہ کے نبی ﷺ نے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجادِلُكَ فِي زَوْجِها وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحاوُرَكُما إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ، آیات پڑھیں۔

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ بے شک وہ عورت رسول اللہ ﷺ سے باتیں کر رہی تھی اور اس کی گفتگو اتنی آہستہ تھی کہ میں بعض باتیں نہیں سن سکی، اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس غلام آزاد کرنے کیلیے ہیں اس شخص نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ کیا توں دو ماہ کے روزے رکھنے کی استطاعت رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ کیا توں گنجائش رکھتا ہے کہ ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلائے؟ اس نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا؛ پھر بیٹھ جاؤ، تو وہ بیٹھ گیا، اتنے میں آپکے پاس کھجوریں لائی گئی جو کہ صدقہ کی تھی تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا یہ فقراء میں بانٹ دو تمہاری طرف سے صدقہ ہو گیا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے بڑا فقیر کوئی نہیں تو آپ ﷺ نے چند صاع کھجور دیے۔"

اس واقعے کا تجزیہ بتاتا ہے کہ "مسائل کا حل بذریعہ وحی" محض عقیدے کا حصہ نہیں بلکہ نبوی منہجِ قضاء و افتاء کی بنیاد ہے۔ جب خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ پیش کیا، رسول اللہ ﷺ نے فوراً کوئی اجتہادی فیصلہ نہیں دیا، بلکہ وحی کے منتظر رہے۔ اس سے امت کو یہ اصول ملا کہ شریعت کے بنیادی مسائل میں اصل فیصلہ ربانی حکم ہی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے خولہ کے شوہر کو بلایا اور سب کے سامنے وہ آیت تلاوت فرمائی: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ... یہ طرزِ عمل واضح کرتا ہے کہ اللہ کی کتاب اور وحیِ محمدی ﷺ ایک حتمی اتھارٹی ہے جو نہ صرف اصول طے کرتی ہے بلکہ عملی قضایا میں بھی براہِ راست رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ وحی محض نظریاتی نصوص نہیں، بلکہ حقیقی معاشرتی مسائل کے حل میں فعال کردار ادا کرتی ہے۔ خولہ رضی اللہ عنہا کا مسئلہ گھریلو نوعیت کا تھا مگر اللہ نے اسے وحی کا موضوع بنا کر بتا دیا کہ شریعت فرد کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کو بھی نظر انداز نہیں کرتی۔ یوں یہ واقعہ شریعت کے ربانی، جامع اور عدل پر مبنی ہونے کا روشن ثبوت ہے۔

---

[6] احمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، تفسير الثعلبي، 254/9

وحی سے مسائل کا استنباط پیش کرنا

سورۃ مجادلہ میں سیدہ خولہ بنت ثعلبہ کو واقع مذکور ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آئی ہے تو جب اس نے اپنا مدعا بیان کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے فرمایا:

«فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم:«حرمت عليه»

"پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پر یعنی کہ اپنے شوہر پر حرام ہو چکی ہو"

لیکن وہ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتی ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے معاملے پر غور فرمائیں، بالآخر یہ بحث و تکرار کا سلسلہ چلتا رہا کہ اللہ کی طرف سے ان کے حق میں وحی نازل ہوئی اور اللہ نے ان کے مسئلہ کو واضح فرمادیا۔ تو اس سورۃ میں سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بحث و تکرار کی وجہ سے اس سورۃ کا نام بھی مجادلہ رکھا گیا یعنی کہ بحث و تکرار کرنے والی۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رویت میں بھی مذکور ہے۔

«حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ خُوَيْلَةَ بِنْتِ مَالِكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، قَالَتْ: ظَاهَرَ مِنِّي زَوْجِي أَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْكُو إِلَيْهِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَادِلُنِي فِيهِ، وَيَقُولُ: اتَّقِي اللَّهَ, فَإِنَّهُ ابْنُ عَمِّكِ، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ: {قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا}[أول سورة المجادلة], إِلَى الْفَرْضِ، فَقَالَ: >يُعْتِقُ رَقَبَةً<، قَالَتْ: لَا يَجِدُ، قَالَ: فَيَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ< قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ، قَالَ: فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا<، قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ. مِنْ تَمْرٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ، قَالَ: قَدْ أَحْسَنْتِ، اذْهَبِي فَأَطْعِمِي بِهَا عَنْهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا، وَارْجِعِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ. قَالَ: وَالْعَرَقُ سِتُّونَ صَاعًا. قَالَ أَبُو دَاود: فِي هَذَا إِنَّهَا كَفَّرَتْ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْتَأْمِرَهُ. قَالَ أَبُو دَاود: وَهَذَا أَخُو عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ.[7]

"سیدہ خویلہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ظہار کر لیا تو میں شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے اس مسئلے میں بحث فرمانے لگے۔ آپ کہتے تھے " اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا چچازاد ہے" میں وہاں سے نہ ہٹی تھی کہ قرآن نازل ہو گیا « قد سمع اللہ قول التي تجادلک في زوجها» بیان کفارہ تک۔ آپ ﷺ نے فرمایا " وہ گردن آزاد کرے۔" اس نے کہا: اس کے پاس نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا " وہ دو مہینے متواتر روزے رکھے۔" اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ بہت بوڑھا ہے، روزے کہاں رکھ سکتا ہے؟ فرمایا " تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔" اس نے کہا: اس کے پاس کچھ نہیں ہے کہ صدقہ کرے۔ بیان کرتی ہیں کہ اسی وقت آپ کے پاس ایک ٹوکرا کھجور کا آ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک اور ٹوکرے کھجور) سے اس کی مدد کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا " بہت بہتر ہے۔ جاؤ اور اس کی طرف سے یہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو اور اپنے چچازاد کی طرف لوٹ جاؤ۔" یحییٰ بن آدم نے) کہا کہ « العرق » ٹوکرے) میں ساٹھ صاع کھجور آتی ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس روایت میں کہا کہ اس خاتون) نے اپنے

[7] سنن أبي داود، أبو داود سليمان بن الأشعث، المكتبة العصرية صيدا بيروت،266/2

شوہر کی طرف سے اس کے مشورے کے بغیر ہی کفارہ ادا کر دیا تھا۔ اور کہا کہ یہ اوس بن صامت (عبادہ بن صامتؓ کے بھائی ہیں۔"

ایک دوسری حدیث جس میں سیدہ عائشہ نے ان کے مجادلہ کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنے شوہر کے معاملے میں مجادلہ کیا اور انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے۔

«عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ لَقَدْ جَاءَتْ خَوْلَةُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُو زَوْجَهَا فَكَانَ يَخْفَى عَلَيَّ كَلَامُهَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا الْآيَةَ»[8]

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تعریف اس اللہ کی ہے جس کی سماعت نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے۔ حضرت خولہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت کرنے آئیں اور وہ اس قدر آہستہ بول رہی تھیں کہ) ان کی سب باتیں میں بھی نہیں سن رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے وحی اتاردی: {قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِی...} "اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے اپنے خاوند کے بارے میں بحث کر رہی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کررہی تھی' اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا..."

سیدہ خولہ بنت ثعلبہ کے اس مجادلہ نے قرآن وحدیث کے اندر انبیاءo کا اندازِ دعوت و تبلیغ کھول دیا اور اس طرح سے مجادلہ کے احکام و مسائل کا سلسلہ اس پر شروع ہوا اور مجادلہ کا دین اسلام میں اور قرآن میں اسی مجادلہ سے ثبوت ملا اور علمائے امت نے اس کثیر کام کیا اور اس سے علمائے امت کو مناظرہ کرنے اور دین کے لیے جھگڑنے کے اصول ملتے ہیں صرف یہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر احادیث میں بھی مجادلہ کا ذکر ملتا ہے۔

مجادلہ کے معنوی اعتبار سے انبیاءo کا اندازِ دعوت و تبلیغ

امت میں مجادلات کے ذریعے انبیاءo کا اندازِ دعوت و تبلیغ مجادلہ کے مختلف معانی میں بھی پنہاں ہے اور انکی وضاحت علمائے لغت اور علمائے مفسرین نے بیان فرمائی، ان کے درمیان ایک جامع تطبیق۔

ہدایت کو نکات سے واضح کرنا

علامہ عبد اللہ اسد کیرانی لکھتے ہیں:

علم منطق میں مجادلہ مباحثے کی ایسی شکل کو کہتے ہیں جس میں فریقین میں سے ہر کوئی بہر صورت دوسرے پر غالب آنے اور اپنی بات کو حق ثابت کرنے کے درپے ہوتا ہے لیکن مکالمہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ دوسرے کے نکتۂ نظر کو سمجھا جا سکے، اس کے دلائل کو معلوم کیا جا سکے۔ مشترکہ نکات کو سامنے لایا جا سکے اور مل جل کر رہنے کے لئے بعض اصولوں پر اتفاق کیا جا سکے۔ جادل: مجادلہ سے مشتق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دعوت دین میں اگر کبھی بحث و مباحثہ کی نوبت آ جائے تو اس میں بھی لطف اور نرمی اختیار کی جائے اور دلائل ایسے پیش کئے جائیں، جنہیں مخاطب آسانی سے سمجھ سکے۔[9]

---

[8] سنن الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي، مصطفى البابي الحلبي مصر، 93/3

[9] دعوت کے اسلامی طریقے، علامہ عبداللہ اسد کیرانی، النور پبلشرز، اردو بازار لاہور، ص713

علمائے لغت نے مجادلہ کے معانی کی وضاحت کرتے ہوئے جو معنیٰ کثرت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ ہے "بحث و تکرار" جیسا کہ رئیس الغۃ علامہ ابو الفضل جمال الدین ابن منظور الانصاری الافریقی ؒ نے لکھا ہے مجادلہ سے مراد ہے شدید صورت میں جھگڑا کرنا۔ ابنِ منظور الافریقی فرماتے ہیں:

" كَانَ شَدِيدَ الْخِصام، وإِنه لمَجْدُول وَقَدْ جَادَلَ۔ "[10]

"جب یہ شدید جھگڑے کے معنیٰ میں ہو تو اسے مجادلہ کہا جاتا ہے، اور مجدول کہتے جس کے ساتھ جھگڑا کیا جا رہا ہو۔"

علامہ ناصر بن ابی المکارم ابن علی خوارزمی ؒ نے بھی یہی معنیٰ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"مُجَادَلَةً وَهُوَ شِدَّةُ الْخِصَامِ وَمُرَاجَعَةُ الْكَلَامِ"[11]

"مجادلۃ سے مراد ہے سختی سے جھگڑا کرنا اور بار بارے تکرار کرنا۔"

مجادلہ سے مراد جھگڑا بھی لیا گیا ہے وہ اس لئے کہ بحث و مباحثہ کے درمیان مجدول اپنے قول کو صحیح ثابت کرنے کیلیے شدت اختیار کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اسے شدید کے معانی میں استعمال کیا جانے لگا اور جدل بھی شدید جھگڑے کیلیے استعمال کیا جاتا ہے اور اگر مجدول ہو تو اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ جھگڑا کیا جا رہا ہے۔

تکرار

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ میں تکرار بھی شامل ہے جو کہ نرمی و شفقت سے معمور ہوتا تھا۔ خوارزمی نے کہا کہ " مُجَادَلَةً" سے ہو تو اس سے مراد ہے" مُرَاجَعَةُ الْكَلَامِ "" بار بار تکرار کرنا۔" اس کے درمیان مطابقت اس طرح ہے کہ جب کوئی مجادلہ کرتا ہے تو اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کیلیے وہ اپنے دلائل کا تکرار کرتا ہے جیساہ کہ خولہ کا واقعہ ہے کہ اللہ کے نبی نے انہیں فرمایا کہ تم اپنے شوہر پر حرام ہو چکی ہو تو وہ پھر بھی اپنے مؤقف کیلیے تکرار کر رہی تھی۔

شکوہ و شکایت

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ میں افراد امت کا شکوہ و شکات سننا بھی شامل ہے۔ تو علامہ آلوسی نے وہاں پر مجادلہ سے مراد شکوہ کرنا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ شہاب الدین محمود بن عبد اللہ آلوسی فرماتے ہیں:

"المجادلة التي شكت إليه تعالى"[12]

"مجادلہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف شکوہ کرنا۔"

مجادلہ کا استعمال شکوہ اور شکایت کے معنیٰ میں بھی آیا ہے لیکن بہت کم بلکہ مجادلہ کا معنیٰ شکوہ کے طور پر صرف ایک جگہ استعمال ہوا ہے وہ بھی سیدہ خولہ بنت ثعلبہ ؓ نے جب اللہ سے شکوہ کیا

---

[10] لسان العرب، محمد بن مكرم بن على ابن منظور الإفريقى، دار صادر بيروت،105/11

[11] المغرب، ناصر بن عبد السيد برهان الدين الخوارزمي، دار الكتاب العربي،ص77

[12] تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، شهاب الدين محمود بن عبد الله الألوسي، دار الكتب العلمية بيروت197/14

جھگڑا کرنا

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ میں امت کے افراد کا ان سے جھگڑا کرنا بھی شامل ہے۔ مجادلہ جدال سے ہے اور جدال سے مراد ہے جھگڑا کرنا کیونکہ مجدول مجادلہ میں بحث و تکرار میں بعض دفعہ جھگڑا کرنے پہ اتر آتا ہے اس لئے اس کو جھگڑا کے معانی میں بھی لیا گیا ہے اور " جدال " اور " مراء " دو الفاظ ہیں جو کہ عام طور پر معنیٰ ایک ہی رکھتے ہیں مگر ان کے درمیان معانی میں فرق ہے۔ واضح ہے کہ " جدال " " مراء " اور " مخاصمہ " تین ایسے الفاظ ہیں جن کا مفہوم ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے لیکن ان کا آپس میں بہت فرق ہے۔ علامہ عبداللہ فاروقی لکھتے ہیں:

> " جدال " دراصل رسّی کو بل دینے اور لپیٹنے کے معنی میں ہے بعد ازاں اس کا استعمال فریق مخالف کو بحث و گفتگو کے ذریعے اس پر غلبہ پانے کے مفہوم میں ہونے لگا۔ " مراء " بروزن حجاب) ایسی چیز کے بارے میں گفتگو کے معنی میں آتا ہے جس میں " مریہ " یعنی شک پایا جاتا ہو۔ " خصومت " اور " مخاصمہ " دراصل دو آدمیوں کا ایک دوسرے کے گلے پڑ جانے اور ایک کا دوسرے کے پہلو کو پکڑنے کے معنی میں ہے. بعد ازاں اس کا اطلاق زبانی کلامی لڑائی جگڑے پر ہونے لگا۔ اور " جدال " اور " مراء " الفاظ اکثر و بیشتر علمی مسائل کے بارے میں بولے جاتے ہیں جبکہ " مخاصمہ " کا اطلاق دنیاوی امور کے بارے میں ہوتا ہے۔ بعض لوگ " جدال " اور " مراء " میں یہ فرق بتاتے ہیں کہ " مراء " میں فضیلت اور کمال کا اظہار مقصود ہوتا ہے جبکہ " جدال " میں فریق مخالف کو حقیر اور عاجز کرنا موردِ نظر ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ " جدال " علمی مسائل میں ہوتا ہے کہ جب کہ " مراء " علمی اور غیر علمی دونوں کے لیے عام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ " مراء " فریق مخالف کے حملوں کا دفاع کرنے کا نام ہے جبکہ " جدال " کا اطلاق مدافعانہ اور جارحانہ دونوں طرح کے حملوں پر ہوتا ہے "[13]

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر استعمال سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ " جدال " کا ایک وسیع مفہوم ہے اور فریقین کے درمیان ہونے والی ہر قسم کی گفتگو اس کے مفہوم میں شامل ہے خواہ وہ حق پر مبنی ہو یا باطل پر۔

مؤقف پر دلائل

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ میں دعوتی و تبلیغی مؤقف پر دلائل پیش کرنا بھی شامل ہے۔ مجادلہ کا معنیٰ گرانا بھی لیا جاتا ہے کہ مجدول جب مجادلہ کرتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ مدمقابل کو گرائے اور یہاں گرانے سے مراد ہے شکست دینا کہ علامہ فارابی مجادلہ کی وضاحت کرتے ہوئے بھی اس کا معنیٰ گرانا ذکر کرتے ہیں:

"أي رماه بالأرض، فانْجَدَل، أي سقط. وجادَلَهُ، "[14]

" اس نے اس کو زمین پر گرا دیا، جب یہ باب تفعیل سے آئے کا یعنی کہ فجدلہ یعنی کہ جھگڑ کرنے پر زمین پر گرا دیا۔ "

---

[13] مجادلہ قرآن کی روشنی میں ،عبداللہ فاروقی، مکتبہ فاروقِ اعظم، اردو بازار لاہور،ص76

[14] تاج اللغة وصحاح العربية، أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي ، دار العلم للملايين بيروت،1653/4

فارابی کے نزدیک مجادلہ اگر " فَجدَّلَهُ" سے ہو تو سے وہ تو اس کا معنیٰ ہو گا "گرانا"یعنی کہ اگر یہ بابِ تفعیل سے آئے گا تو اس کا معنیٰ ہو گا زمین پر گرادینا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔" أي رماه بالأرض، فانْجَدَلَ "”اس نے اس کو زمین پر گرادیا“۔اس سے معنیٰ مرادی اس لئے لیا جاتا ہے کہ اس میں مجادلہ میں دوسرے کے مؤقف پر اپنے مؤقف کو ثابت کرنا مراد ہے۔

انجامِ بد کے قریب کرنا

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ میں افراد امت کو انکارِ حق پر انجام بد کے قریب کرنا بھی شامل ہے مگر یہ انداز بہت کم ملتا ہے۔ بعض اہل لغت نے مجادلہ کا معنی کرتے ہوئے اس سے مراد گرج یا پھر کڑک بھی لیا ہے اس میں اور دیگر معانی میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ چونکہ مجدول مجادلہ میں اپنے دلائل بیان کرتے ہوئے بڑے رعب کے ساتھ اور کڑک سی طاقت کے ساتھ وہ اپنا موقف ثابت کرتا ہے اور اس کے حق پر ہونے کی وجہ سے اس کی آواز میں ایک کڑک یا گرج ہوتی ہے اس لئے اس سے مراد گرج بھی لیا گیا ہے جیسا کہ علامہ مُحمد بن اسماعیل بن فَضل بن علی اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"والصواعق جمع صاعقة. وتميم تقول: صاقعة،والجدال، الخصومة."[15]

”صواعق بمعنیٰ کڑک جس کی جمع صاعقۃ ہے اور تمیم نے کہا اس سے مرد جدل اور خصومت یعنی کہ جھگڑا بھی مراد ہے۔“

علامہ ابوالحسن علی بن فَضَّال قیروانی فرماتے ہیں:

" قوله تعالى: {وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ}
الرعد: ملكٌ يزجر السحاب، هذا قول ابن عباس. وقال علي بن عيسى: هو اصطكاك أجرام السحاب بقدرة الله سبحانه.
والصواعق جمع صاعقة، وتميم: صاعقة. والجدال: الخصومة.وهذه الآية نزلت في رجل جاء إلى النبي - صلى الله عليه وسلم - مجادلة، فقال: يا محمد، ممر ربك، أمن لؤلؤ أم ياقوت أم ذهب أم فضة؟ ، فأرسل الله عليه صاعقة ذهبت بقحفه، و هو قول بن مالك ومجاهد.
وقيل: نزلت في أرْبد أخي لبيد بن ربيعة لما أراد هو وعامر بن الطفيل قتل النبي - صلى الله عليه وسلم - فقال أربد لعامر أنا أشغله بالحديث فاضربه أنت، فأقبل أربد يسأل النبي - صلى الله عليه وسلم -؛ ليشغله وهم عامر بضربه - عليه السلام -، فجفت يده على قائم السيف، فرجعا خائبين، وأصابت أربد في طريقه صاعقة فأحرقته، "[16]

”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ} الرعد: فرشتے کی خوفناک آواز کو کہتے اور یہی قول ابن عباس کا بھی ہے اور علی بن عیسیٰ کا بھی یہی قول ہے آواز کا پیدا ہونا جیسا کہ اللہ کی قدرت کے لائق ہے۔

الصواعق: کی جمعہ صاعقہ ہے اور تمیم نے کہا کہ اس کی جمع صاعقۃ آتی ہے اور الجدال سے مراد ہے جھگڑا اور یہ آیات اس آدمی کے حق میں نازل ہوئی جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جھگڑا کرتے ہوئے اور کہنے لگا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب کس شئے کا بنا ہے؟ سونے کا، یا چاندی کا، یا لوءلوء کا یا یاقوت کا بنا ہے؟ پس اللہ کی طرف سے ایک کڑک آئی، یہ قول ہے مالک بن انس کا اور مجاہد کا۔

[15] إعراب القرآن للأصبهاني، إسماعيل بن محمد بن الفضل الأصبهاني، دار الكتاب العربي، 178/1
[16] النكت في القرآن الكريم،علي بن فَضَّال القيرواني، دار الكتب العلمية بيروت،ص273

اور کہا جاتا ہے کہ یہ نازل ہوئی لبید بن ربیع کے بھائی اربد کے حق میں نازل ہوئی جب اس نے اور عامر بن طفیل نے ادارہ کیا معاذ اللہ) حضورِ اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا، اربد نے عامر سے کہا کہ میں باتوں میں مشغول کروں گا تو تم مار دینا یعنی کہ قتل کر دینا، پس اربد آگے بڑھا نبی ﷺ کے ساتھ گفتگو کیلیے تاکہ وہ حضورِ اکرم کو مشغول کرے اور عامر حضورِ اکرم ﷺ کو قتل کر دے، پس اس کا ہاتھ اس کی تلوار کے ساتھ ہی چمٹ گیا یعنی کہ سکڑ گیا، اور وہ رسوا ہو کر لوٹے، پس اربد کو راستے میں کڑک نے آلیا اور وہ وہیں پر خاک ہو کر رہ گئے۔"

علامہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابو الحسن قیروانی نے جدال کا معنیٰ کڑک اور جھگڑا بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں "صاقعة.والجدال الخصومة." صاعقہ کا معنی جدال اور خصومت بھی مراد لیا جاتا ہے۔ کڑک سے مراد اس لئے جدال لیا گیا ہے کہ چونکہ کڑک میں ایک آواز کی سختی ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے اس سختی کی وجہ سے اسے جدال کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔ کیونکہ جدال کا ایک معنی شدید جھگڑا بھی مراد لیا ہے۔ بعض اہل لغت نے مجادلہ کو معنیٰ عذاب بھی لیا کہ مجادلہ کا معنیٰ عذاب ہے وہ اس لئے کہ عذاب چونکہ سخت ہوتا ہے اس لئے مجادلہ کو سختی کی وجہ سے عذاب کے معنیٰ میں لیا گیا ہے علامہ حسن بن عبد اللہ بن سہل بن سعید بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ ت 395ھ) فرماتے ہیں:

"الثالث: العذاب؛ قال: فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا) أي: عذابا؛ وإنما سُمي العذاب غيا لأنه مجادلة على الغي، وقيل: غي وادٍ في جهنم. "[17]

"تیسرا ہے: عذاب، جیسے کہ اللہ نے فرمایا: فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا) یعنی کہ عذاب؛ اور اسے عذاب اس لئے کہا گیا ہے اسکا نام رکھا گیا ہے کہ عذاب کو بھی غیا کہتے ہیں۔ چونکہ مجادلہ یعنی کہ غیا بھی عذاب ہی کی ایک صورت ہے اور کہا جاتا ہے کہ غیا جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔"

علامہ یحیٰ بند سعید نے غیی سے مراد مجادلہ لیا ہے کہ چونکہ مجادلہ بھی عذاب ہی کی ایک صورت ہے۔

سلیقہ ءِ گفتار

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ میں اعلی درجہ کا سلیقہ ءِ گفتار شامل ہوتا تھا اسی لئے اگر انسان کو بات کرنے کا سلیقہ نہ ہو تو ادب کے پیش نظر خاموشی کا انداز اپنانے کا کہا گیا ہے۔ مجادلہ میں طرز زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ علم کے بعد علماء کا طرز مجادلہ میں زبان کا کردار بہت اہم ہے اور اس اہم ترین طرز مجادلہ میں فضول اور بے معنی گفتگو سے پرہیز کیا جائے، اس لئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

«عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت " . وفي رواية : بدل " الجار " " ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه »

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے، جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلی بات کہے یا چپ

[17] الوجوه والنظائر، حسن بن عبد الله عسكري، مكتبة الثقافة الدينية القاهرة، ص360

رہے۔ایک روایت میں یعنی پڑوسی کا ذکر کرنے) کے بجائے یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے ناطے کو باقی رکھے،یعنی اپنے ناطے داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرے۔"

اک دوسری حدیث میں لیصمت کی بجائے لیسکت کے الفاظ مذکور ہیں:

«أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ» [18]

"حضرت ابو شریح خزاعی بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے پڑوسی کا احترام کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اچھی بات کہنی چاہیے ورنہ خاموش رہنا چاہیے "

اس حدیث میں فرمان نبوی ﷺ ہے۔ بھلی بات کہے یا چپ رہے "کا مطلب یہ ہے کہ جب زبان سے کوئی بات نکالنے کا ارادہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ وہ بات خیر و بھلائی کی ہے کہ جس پر ثواب ملتا ہے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب، تب اس کو زبان سے نہ نکالے، حاصل یہ کہ بھلائی اس میں ہے کہ زبان کو حتی الامکان خاموش رکھا جائے، اگر بولنا ضروری ہی ہو تو زبان سے وہی بات نکالی جائے جو خیر و بھلائی کی حامل ہو، نہ صرف یہ کہ حرام و مکروہ باتوں میں زبان کو مشغول رکھنا ممنوع ہے بلکہ مباح باتوں سے بھی زبان کو بچانا دانشمندی کا تقاضا ہے کہ مبادا مباح باتیں ہی زبان کو حرام باتوں تک کھینچ کرلے جائیں۔

اجر و ثواب کی امید دلانا

انبیاء اپنے اندازِ دعوت و تبلیغ میں افراد امت اجر و ثواب کی امید دلانا۔ مجادلہ اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا باعث ہے، کہ یہ کلمہ حق کے مترادف ہے، حق کی حقانیت کے لئے آواز بلند کرنا ہے، مکتبہ نبوی ﷺ کے تربیت یافتہ صحابی رسول ﷺ سیدنا ابن مسعود کی اس بارے میں تعلیمات قابلِ توجہ ہیں۔ آپ کا قول ہے جسے عون بن ابراہیم نے نقل کیا ہے:

«أَخْبَرَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيسَى قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِثَلَاثٍ لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ وَتُجَادِلُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ وَلِتَصْرِفُوا بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ وَابْتَغُوا بِقَوْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَدُومُ وَيَبْقَى وَيَنْفَدُ مَا سِوَاهُ» [19]

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں تین مقاصد کے لئے علم حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعے تم بیوقوفوں کے ساتھ بحث کرو یا علماء کے ساتھ مجادلہ کرو یا اس کے ذریعے لوگوں کی توجہ حاصل کرو بلکہ تم اپنی بات کے ذریعے اللہ کے ہاں موجود اجر و ثواب حاصل کرو کیونکہ وہ ہمیشہ رہے گا اور باقی رہے گا اور اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔"

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بِقَوْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَدُومُ وَيَبْقَى وَيَنْفَدُ مَا سِوَاهُ، تم اپنی بات کے ذریعے اللہ کے ہاں موجود اجر و ثواب حاصل کرو کیونکہ وہ ہمیشہ رہے گا اور باقی رہے گا اور اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔" یعنی کہ تم لوگ اللہ کی رضا کیلیے مجادلہ کرو نا کہ فخر و مباحات کیلیے کہ اللہ کیلیے جو کام کرو گے اللہ کے ہاں اس کا اجر ہے اور وہ اجر دے گا۔ لہذہ تم اپنی زبان کے

[18] سنن دارمی،الرقم الحدیث 1948، 531/1

[19] ایضاً

ذریعے سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرو کیونکہ یہی زبان ہی اللہ کے ہاں مقام رکھتی ہے۔اور مجادلہ علماء سے جھگڑنے کی نیت سے نہ کرو اور نہ ہی جاہلوں سے کلام کرو۔اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان انسان کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے:

«حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ وَلَا لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ وَلَا تَخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالنَّارُ النَّارُ» [20]

"محمد بن یحییٰ، ابن ابی مریم، یحییٰ بن ایوب، ابن جریج، ابوزبیر، حضرت جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علماء کے سامنے فخر کرو یا جاہلوں سے تکرار کرو اور نہ ہی علم سے دنیوی جاہ کی) مجالس تلاش کرو جو ایسا کرے گا تو آگ ہے آگ۔"

ایسے موقعوں پر شیطان خوب گمراہی کے جال بنا کرتا ہے اور اس سے بچنا محال نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہوتا ہے۔

مفتی محمد شفیع امام غزالی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"جس طرح شراب اُمّ الخبائث ہے، خود بڑا گناہ ہے اور دوسرے بڑے بڑے جسمانی گناہوں کا ذریعہ بھی ہے، اسی طرح بحث ومباحثہ کا جب مقصود مخاطب پر غلبہ پانا اور اپنا علمی تفوق لوگوں پر ظاہر کرنا ہی ہو جائے تو یہ بھی باطن کے لئے اُمّ الخبائث ہے جس کے نتیجے میں بہت سے روحانی جرائم پیدا ہوتے ہیں، مثلاً حسد، بغض، تکبر، غیبت، دوسرے کے عیوب کا تجسّس، اس کی برائی سے خوشی اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا، قبولِ حق سے استکبار کرنا، دوسرے کے قول پر انصاف و اعتدال کے ساتھ غور کرنے کی بجائے جواب دہی کی فکر کرنا، خواہ اس کے پیش نظر قرآن وسنت میں کیسی بھی تاویلات کرنا پڑیں۔" [21]

اس لیے مجادلہ اللہ کی رضا کیلیے کرو جس سے جس موضوع پر بھی کلام ہو تم اللہ ہی کی رضا کیلیے کرو گے تو اللہ کے ہاں اس کا اجر ہو گا۔اور اگر ایسی صورتِ حال ہے کہ تم کسی دنیاوی مقصد کیلیے جھگڑ رہے ہو تو پھر تمہارا زبان کو بند رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہی نہیں بلکہ بدرجہ اولیٰ ہے۔اور حضور نبی کریم ﷺ نے ایسے موقع پر زبان کی حفاظت کرنے کی تلقین کی ہے۔جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

«حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ عَنْ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْتَدَأْتُهُ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَجَاةُ هَذَا الْأَمْرِ قَالَ يَا عُقْبَةُ احْرُسْ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ قَالَ ثُمَّ لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْتَدَأَنِي فَأَخَذَ بِيَدِي فَقَالَ يَا عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ ثَلَاثِ سُوَرٍ أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ وَالْفُرْقَانِ الْعَظِيمِ قَالَ قُلْتُ بَلَى جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ قَالَ فَأَقْرَأَنِي قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ قَالَ يَا عُقْبَةُ لَا تَنْسَاهُنَّ وَلَا تَبِيتَ لَيْلَةً حَتَّى تَقْرَأَهُنَّ قَالَ فَمَا نَسِيتُهُنَّ مِنْ مُنْذُ قَالَ لَا تَنْسَاهُنَّ وَمَا بِتُّ لَيْلَةً قَطُّ حَتَّى أَقْرَأَهُنَّ قَالَ عُقْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْتَدَأْتُهُ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِفَوَاضِلِ الْأَعْمَالِ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ» [22]

---

[20] سنن ابن ماجہ،الرقم الحدیث 254، 109/2

[21] الجواب الکافی،ص111

[22] مسند احمد،الرقم الحدیث 488، 78/6

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میری ملاقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو میں نے آگے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) مومن کی نجات کس طرح ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عقبہ! اپنی زبان کی حفاظت کرو اپنے گھر کو اپنے لئے کافی سمجھو اور اپنے گناہوں پر آہ وبکاء کرو۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ ملاقات ہوئی، اس مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے عقبہ بن عامر! کیا میں تمہیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کی تین سب سے بہتر سورتیں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ مجھے آپ پر نثار کرے، کیوں نہیں! چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورت اخلاص، سورت فلق اور سورت ناس پڑھائیں اور فرمایا عقبہ! انہیں مت بھلانا اور کوئی رات ایسی نہ گذارنا جس میں یہ سورتیں نہ پڑھو، چنانچہ میں اس وقت سے انہیں کبھی بھولنے نہیں دیا اور کوئی رات انہیں پڑھے بغیر نہیں گذاری۔ کچھ عرصے بعد پھر ملاقات ہوئی تو میں نے آگے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام لیا اور عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے سب سے افضل اعمال کے بارے میں بتائیے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبہ! رشتہ توڑنے والے سے رشتہ جوڑو، محروم رکھنے والے کو عطاء کرو اور ظالم سے درگذر اور اعراض کرو۔“

علماء امت کے الفاظ امت کے ہاں بہت اہمیت رکھتے ہیں اس لئے اللہ کے نبی نے فرمایا کہ: بِقَوْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللهِ فَإِنَّهُ يَدُومُ وَيَبْقَى وَيَنْفَدُ مَا سِوَاهُ، تم اپنی بات کے ذریعے اللہ کے ہاں موجود اجر و ثواب حاصل کرو کیونکہ وہ ہمیشہ رہے گا اور باقی رہے گا اور اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔“ اور عقبہ بن عامر ﷛ نے جب بھلائی اور نجات کا سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا کہ: قَالَ يَا عُقْبَةُ احْرُسْ لِسَانَكَ،، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عقبہ! اپنی زبان کی حفاظت کرو“ اس لئے کہ زبان کے الفاظ تلوار کے وار سے کم نہیں ہوتے، زبان ہی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اک دوسری حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے حفاظت زبان کے متعلق فرمایا:

«عن سهل بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه أضمن له الجنة . رواه البخاري»[23]

”حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ اپنی اس چیز کی حفاظت کرے گا، جو اس کے دو کلوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور دانت اور جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے یعنی شرم گاہ تو میں اس کی جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔“

زبان کی حفاظت کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو حاصل کرے بایں طور کہ اس کو بے فائدہ الفاظ و کلام اور فحش گوئی و سخت کلامی سے محفوظ رکھے اور دانت کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں کے کھانے پینے میں ملوث نہ کرے اس طرح شرمگاہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ زنا جیسی برائی سے اجتناب کرے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے اور عمل کے ذریعہ اس عہد کو پورا کرے گا وہ اپنی زبان کو فحش گوئی و بدکلامی سے محفوظ رکھے گا اپنے منہ کو حرام و ناجائز کھانے پینے سے بچانے اور اپنی شرم گاہ کو حرام کاری سے محفوظ رکھنے پر پوری طرح عامل و کاربند رہے گا تو اس کے تئیں اس بات کا ضامن بنتا ہوں کہ وہ شروع میں

[23] مشکوۃ شریف۔الرقم الحدیث 749، 78/2

ہی نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور وہاں کے درجات عالیہ کا مستحق قرار پائے گا۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دراصل حق تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جس طرح وہ محض اپنے فضل سے بندوں کے رزق کا ضامن ہوا ہے اسی طرح اس نے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے اور اعمال صالحہ پر جزاء دینے اور اپنے انعامات سے نوازنے کا بھی قوی وعدہ کیا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نائب ہیں اس کی طرف سے مذکورہ ضمانت لی ہے۔

چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زبان کے خطرات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن العجب أن الإنسان يهون عليه التحفظ والاحتراز من أكل الحرام والظلم والزنا والسرقة وشرب الخمر ومن النظر المحرم وغير ذلك ويصعب عليه التحفظ من حركة لسانه "[24]

"عجب امر ہے کہ انسان کے لئے حرام خوری، ظلم، بدکاری، چوری، شراب نوشی اور غیر محرم کی طرف دیکھنا وغیرہ ایسے محرمات سے بچنا تو آسان ہے مگر زبان کو کنٹرول کرنا انتہائی مشکل ہے۔"

اس لئے ہر عالم دین کو چاہیے کہ مجادلہ صرف اللہ کی رضا کو مد نظر رکھ کر کیا جائے نہ کہ دنیاوی غرض وغایت کو سامنے رکھ کر کیا جائے اور علماءِ امت کو چاہئے کہ وہ دوران گفتگو حفظ اللسان کے تقاضوں اور مجادلہ کے آداب و شرائط کو مد نظر رکھے۔دوران مجادلہ اور مجادلہ کے بعد اخلاق وآداب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔مجادلہ سے قبل موضوع اور شرکاے مجلس کی نوعیت اور مجلس کے ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر قسم کی مجلس میں شریک گفتگو ہونے سے احتراز کرے۔

بیہودہ گفتگو سے اعراض

انبیاء کے اندازِ دعوت و تبلیغ کا یہ حسن ہے کہ وہ بیہودہ لایعنی، فضول گفتگو نہیں کرتے اور دعوتو تبلیغ میں معنی خیز بات کرتے اور یہی طرزِ مجادلہ ہے کہ مجلس مجادلہ میں مناسب موضوع و عنوان اور ماحول کو مد نظر رکھنا اور باریک بینی سے جائزہ لینا بھی از حد ضروری ہے، کیونکہ بعض مجلسوں سے کنارہ کشی اور علیحدگی کا شریعت نے حکم دیا ہے۔جب مجلسِ مجادلہ کا ماحول محض استہزا اور مذاق ہو، گفتگو میں شعائرِ اسلام کی توہین کا رنگ غالب ہو، حق اور اہل حق کی تحقیر ہو رہی ہو تو اس مجلسِ مجادلہ اور گفتگو سے کنارہ کشی لازم ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات اور خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ

"بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے"

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ

"جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں"

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ

"اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے"

اللہ نے اپنے پیغمبر کو شعائر اسلام اور آیات قرآنی کا مذاق اڑانے والے منافقین و کفار کی مجلس سے احتراز کرنے کا حکم دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[24] الجواب الكافي،ص111

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ[25]

”اور جب آپ ہماری آیات میں عیب جوئی کرنے والوں کو دیکھیں تو ان سے اعراض کیجئے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا[26]

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس کتاب میں یہ حکم اُتار چکا ہے کہ جب تم کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اُڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں ورنہ تم بھی اس وقت ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ایسی مجالس کے شرکا کو سنگین سزا کی دھمکی دی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ[27]

اگر آپ ان سے دریافت کریں تو یہ لوگ صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کی آیات اور اس کا رسول ہی تمہارے لئے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں۔ اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے، کیونکہ وہ مجرم ہے۔“

مجادلہ میں معاملاتِ مجادلہ جائزہ لینا چاہیے کہ کوئی ایسی مجادلہ کی مجلس جو سراسر لایعنی ہو دین سے متعلق نہ ہو تو ایسی مجلسِ مجادلہ سے گریز کرنا اور مجلسِ مجادلہ کے اراکین سے معزرت کر لینا ہی بہتر ہے کیونکہ ایسی مجالس میں شرکت خطرہ ایمان ہوتی ہیں اور بعض دفعہ تو عذابِ الٰہی کا سبب بن جاتی ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے؛ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا،،[28] جب تم کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اُڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں ورنہ تم بھی اس وقت ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“ تو ایسی مجلس مجادلہ کہ جس میں فضولیات ہوں اور دین کے خلاف ہو تو ایسی مجلسِ مجادلہ سے گریز ہی بہتر ہے۔

SCRR

[25] الأنعام68:6
[26] النساء 140:4
[27] التوبة 65:9
[28] النساء 140:4

خلاصہ تحقیق

میری یہ تحقیقی کاوش مطالعہ انبیاء علیہم السلام کے مجادلاتی منہج کی خصوصیات کو قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیاتی انداز میں پیش کرتی ہے۔ تحقیق سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام نے مجادلہ کو دعوت کے ایک مؤثر اور حکمت آمیز ذریعہ کے طور پر استعمال کیا، جو نہ صرف علمی بحث و مباحثے پر مبنی تھا بلکہ اخلاقی اصولوں اور حسن سلوک کے بلند معیاروں سے مزین تھا۔ قرآن واحادیث کے مستند حوالوں کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ انبیاء کا مجادلاتی اسلوب دلیل وبرہان کے ساتھ نرم دلی، تحمل، اور احترام مخالف کے امتزاج پر مشتمل تھا، جس سے ان کی دعوت کو قبولیت ملی اور معاشرتی اصلاح کا راستہ ہموار ہوا۔ تحقیق نے یہ بھی اجاگر کیا کہ انبیاء علیہ السلام نے مجادلہ کے دوران کبھی جذباتی غلبہ یا تند مزاجی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنی بات کو منطق، دلیل، اور حکمت کے دائرے میں رکھتے ہوئے پیش کیا۔ اس منہج کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں مخالف کی نفسیاتی اور فکری حالت کو سمجھ کر اس کے مطابق مؤثر ردعمل دیا جاتا تھا، تاکہ دعوت کا مقصد یعنی اصلاح ور ہنمائی پورا ہو سکے۔ اس طرح انبیاء کا مجادلاتی منہج نہ صرف عقلی دلائل کا مجموعہ تھا بلکہ اس میں اخلاقیات اور حکمت کا کامل امتزاج بھی موجود تھا۔

آج ہمارے لئے انبیاء کرام کا مجادلاتی منہج ایک مثالی دعوتی ماڈل ہے جو آج کے دور کے فکری، سماجی اور مذہبی چیلنجز کے حل کے لیے بے حد مفید ہو سکتا ہے۔ ان کی حکمت عملی سے موجودہ داعیوں اور مبلغین کو سیکھنا چاہیے کہ کس طرح دلیل و منطق کے ساتھ حسن سلوک، برداشت، اور محبت کے ساتھ اپنے پیغام کو پہنچایا جائے تاکہ اختلافات کم ہوں اور بھائی چارے کو فروغ حاصل ہو۔ اس مطالعے کی روشنی میں یہ تجویز بھی دی جاتی ہے کہ جدید دور کے مباحث و مکالمات میں انبیاء کے مجادلاتی منہج کو اپنانا، نہ صرف علمی فہم کو بڑھائے گا بلکہ بین الاقوامی سطح پر امن، رواداری اور فرقہ واریت کی روک تھام میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔

مصادر و مراجع

القرآن

ابو بکر محمد بن الحسن بن درید الأزدي، جمهرة اللغة، دار العلم للملايين، بیروت، الطبعة الأولى، 1987ء

ابو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي، تاج اللغة وصحاح العربية، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولى، 1412ھ

بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراهيم، صحیح بخاری، دار الكتب العلمية، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى 1403ھ

خليل بن أحمد الفراهيدي، كتاب العين، دار ومكتبة الهلال، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولى، 1418ه-

سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن ادارہ منشوراتِ اسلامی، منصورہ لاہور، 2012ء

عراقي، زين الدين عبد الرحيم، التبصرة والتذكرة، مكتبة دار المنهاج للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، 1428ه-

عسقلاني، أحمد بن علي بن محمد حجر، المعجم المفهرس، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولى، 1418ه-

محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق، تاج العروس، دار الفكر، عام النشر: 1399ه-

محمد بن مكرم بن علي ابن منظور الإفريقي، لسان العرب، بیروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1955ء

مسلم، ابو الحسين ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، دار المشرق، بیروت، 1973ء

موصلي، أبويعلى أحمد بن علي، مسند أبي يعلى، دار المأمون للتراث دمشق، س،ن۔
ناصر الدين، أبوعبد الرحمن محمد، ضعيف الجامع الصغير، المكتب الإسلامي س،ن
ناصر بن عبد السيد برهان الدين الخوارزمي، المغرب، دار ابن كثير، دمشق، بيروت الطبعة الأولى 1415ھ
نسائي، أبوعبد الرحمن أحمد بن شعيب، السنن الكبرى، مؤسسة الرسالة، بيروت س ن۔
نسائي، أبوعبد الرحمن أحمد بن شعيب، سنن الصغرى للنسائي، مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب، س،ن۔
نسفي، عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين، تفسير النسفي، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419ھ۔

SCRR